ڈاکٹر اجمل نیازی

جگن ناتھ آزاد
ایک مسلمان دوست ہندو شاعر

پروفیسر جگن ناتھ آزاد ، تلوک چند محروم کے صاحبزادے ہیں ۔ وہ بلاشبہ بڑے باپ کے بڑے بیٹے ہیں ۔ یہ روایت میانوالی کی سرزمین کو بہت ارزاں ہوئی ۔ ملک منظور حسین منظور کے بیٹے ممتاز ملک ماہر تعلیم اور شاعر ہیں ۔ سرمد مظاہری کے بیٹے یحیٰی امجد دانشور اور شاعرہیں ۔ میانوالی میں باپ کے ورثے کو محفوظ رکھنا ایک امانت تصور کیا جاتا ہے ۔ سو اسے شعر و ادب کے سلسلے میں بھی نبھایا جا رہا ہے ۔ شاعری کے علاوہ علامہ اقبال سے محبت بھی جگن صاحب کو ورثے میں ملی ہے ۔ جگن صاحب کے دل میں نہ صرف میانوالی بلکہ پاکستان کی محبت بھی موجزن ہے ۔ وہ بھارت کے علاوہ پاکستان کی بھی ایک مقبول ادبی شخصیت ہیں ۔ یہاں کے علمی و ادبی حلقوں میں ان کے لیے اپنائیت بڑی گہری ہے ۔ وہ جب پاکستان آتے ہیں تو ہم انہیں بھارت سے آیا ہوا مہمان نہیں سمجھتے ۔ بھارتی انہیں پاکستان سے آیا ہوا مہاجر کب سمجھتے ہونگے ۔ جگن صاحب دونوں ملکوں کے باشندے ہیں ۔ لاہور سے انہیں ان کے دوستوں نے بھارت جانے پر مائل کرلیا ، مگر قائل نہ کرسکے ۔ ان کی شکل میں کئی زندگیوں کو بچا لیا گیا ۔

؎ وطن نے تجھ کو بھلایا تو کیا ہوا آزاد
دیارِ غیر میں تو اپنے احترام کو دیکھ

جگن صاحب کی محبت کا کمال یہ ہے کہ ۱۴، اگست ۱۹۴۷ء کی رات کو قیام پاکستان کے اعلان کے بعد ریڈیو پاکستان لاہور

سے جو ترانہ نشر ہوا ، وہ جگن ناتھ آزاد کا لکھا ہوا تھا مرحوم صاحب اسلام کے شیدائی تھے ۔ جگن صاحب پاکستان کے عاشق ہیں ، ان کا عشق ایک واقعے میں اس طرح رنگ لایا ، اعجاز نسرین اپنی تحریر " شکاگو میں اردو مشاعرہ " کے عنوان سے لکھتی ہیں ۔

" اس مشاعرے میں جمیل الدین عالی نے اپنا مشہور ترانہ " جیوے جیوے پاکستان " شروع کرنے سے پہلے کہا کہ میں ہندوستانیوں سے تو خیر نہیں پاکستانیوں سے کہوں گا کہ وہ اس ترانے میں میرا ساتھ دیں اور عالی جی کے ساتھ ہر پاکستانی کی آواز شامل ہوگئی ۔ لین ٹک ہائی سکول کے درودیوار " جیوے جیوے پاکستان " کی آواز سے گونج اٹھے جس جوش و جذبہ اور والہانہ عقیدت سے یہ ترانہ گایا جارہا تھا ، اس کیفیت کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے ۔ پھر جب صدر محفل جگن ناتھ آزاد مائک پر آئے تو انھوں نے کہا کہ عالی جی نے اپنے ترانے میں شامل ہونے کیلئے صرف پاکستانیوں سے کیوں کہا ۔ میں تو اس ہندوستانی کو ہندوستانی ماننے کیلئے تیار نہیں ہوں جو جیوے جیوے پاکستان کے جذبے کا ساتھ نہیں دیتا ۔ یہ وہ لمحہ تھا جب عالی جی آزاد کے ساتھ لپٹ گئے اور سارا ہال ایک بار پھر تالیوں سے گونج اٹھا" [۱]

جب اکادمی ادبیات پاکستان کی دعوت پر جگن ناتھ آزاد پاکستان تشریف لائے تو دو دنوں کے لیے اپنے آبائی گاؤں عیسیٰ خیل (میانوالی) بھی گئے ۔ ان دنوں اکادمی کے ڈائریکٹر جنرل مسیح الدین احمد صدیقی بھی ان کے ہمراہ تھے، میں میانوالی کالج سے ان کے ساتھ شامل ہوگیا ۔ تب عیسیٰ خیل میں عجب یادگار منظر دیکھنے کو ملے ۔ بہت سے لوگ عوتیں ، مرد اپنی آنکھوں کی جھولیوں میں پرانی رفاقتوں کی دھول کے پھول بھر لائے تھے ۔ یہاں مرحوم صاحب نے تقریباً گمنام زندگی گزار دی ۔ اچھے لوگ اس وقت بھی ان کی شاعرانہ حیثیتوں کے مداح تھے ۔ ویسے بھی ان دنوں استاد واقعی ایک

---

[۱] سہ ماہی "لمحے لمحے" امام سارا علی پور بدایوں (بھارت)

قابلِ احترام شخصیت ہوتا تھا ۔ مگر عیسیٰ خیل کے خوانین یہ جانتے ہیں کہ معززومحترم وہی ہے جس کے پاس زمین بہت ہے ۔ پھر محکمۂ مال کے افسران اور پٹواری ۔ مرحوم صاحب کے پاس زمین نہ تھی۔ مگر آنے والا زمانہ ان کے خیالوں میں زندہ ہو رہا تھا ، اور یہ کہ وہ جگن ناتھ صاحب کے والد تھے جو "آزاد" ہو کر پورے ہندوستان کی ایک صاحبِ عزت ہستی بننے والا تھا ۔ اس بات کی سند خود خوانین عیسی خیل نے ایک غریب ہندو کے بیٹے کو سپاسنامے پیش کر کے مہیا کر دی ۔ عیسی خیل کی فضاؤں میں ایسا استقبال تو افسروں اورحاکموں کا بھی کبھی نہ ہوا تھا ۔ ان دنوں عیسی خیل کے عبدالغفور خان ادب دوست ہیں اور مقبول خان عوام دوست ہیں ۔ دوسری طرف عام لوگوں میں جگن ناتھ صاحب کا والہانہ پن ان کی سچی مقبولیت کی دلیل تھا ۔ میانوالی کے ایک دور آبادشہر میں ایک شاعر کی قدرومنزلت اور محبت و عزت کا مظاہرہ میرے خواب کی تعبیر بھی ہے جو یہاں صاحبانِ خیال کے لیے خوش حال وڈیروں کے مقابلے میں زیادہ بڑی توقیر کا سامان پیدا کرنے کی خواہش میں جاگ رہا ہے ۔ میانوالی آکر جگن صاحب نے لکھنے والی برادری کے لیے آسودگی پیدا کی۔ لگتا تھا جیسے وہ کبھی یہاں سے گئے ہی نہ تھے ۔ پھر سوچتاہوں وہ یہاں سے گئے نہ ہوتے تو آج ان کے انتظار میں بڑے لوگ ہار لے کر نہ کھڑے ہوتے ۔

؎ کیا خبر کیا بات اس کے کفر میں پوشیدہ تھی
ایک کافر کیوں حرم والوں کو یاد آیا بہت

ان بستیوں میں دین ودانش اورعلم وہنروالوں کو کمی کمین طبقے میں شمار کیاجاتا ہے ۔ جگن ناتھ آزاد کی موجودگی سے پھر مجھے محسوس ہوا کہ میانوالی پورا پاکستان ہے ۔ اس موقعے پر انھوں نے جو غزل سنائی شائد وہ اسی موقعے کے لیے لکھی گئی تھی ۔ انھوں نے کہیں لکھا ہے کہ میانوالی کا سفر محض جذباتی سفر نہ تھا ایک روحانی سفر بھی تھا ۔

تیری بزم طرب میں سوز پنہاں لے کے آیا ہوں
چمن میں یاد ایام بہاراں لے کے آیا ہوں

میں اپنے گھر میں آیا ہوں مگر انداز تو دیکھو
کہ اپنے آپ کو مانند مہماں لے کے آیا ہوں
تمھارے واسطے اے دوستو میں اور کیا لاتا
وطن کی صبح تک شام غریباں لے کے آیا ہوں

انھوں نے جو دوسری غزل سنائی اس کا ایک شعر اس طرح ہے ۔

؎ دہر کی ہی روشنی میرے لیے کافی نہ تھی
میں حرم کا نور بھی دل میں سجا لایا بہت

عیسی خیل وہ شہر ہے جہاں جگن ناتھ آزاد نے اپنی زندگی کا سفر آغاز کیا ۔ اپنے پُرسوز اور پُردرد سفر کے ۷۰ ویں منزل پر پہنچنے والے جگن صاحب کئی راستوں سے گزرے ۔ یہ راستے بھی منزل سے کم نہیں ۔ ان کی جھلک دیکھیں ۔

جگن ناتھ آزاد عیسی خیل میں ۵ ، دسمبر ۱۹۱۸ء کو پیدا ہوئے ۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم محروم صاحب کی ذاتی نگرانی میں حاصل کی ۔ پہلی چند جماعتیں عیسی خیل اور کلور کوٹ کے سکولوں سے پاس کیں ۔ میٹرک ۱۹۳۳ء میں رام موہن رائے ہائی سکول میانوالی سے کیا ۔ ۱۹۳۷ء میں گارڈن کالج راولپنڈی سے بی اے کیا ۔ ایم اے فارسی ۱۹۷۷ء میں اور ایم او ایل ۱۹۴۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے کیا ۔ ۱۹۴۶ءمیں مشہور ادبی ماہنامہ " ادبی دنیا " کے چھ ماہ کے لیے قائم مقام ایڈیٹر رہے ۔ اس کے بعد ایک سال کے لیے اردو روزنامہ " جے ہند " لاہور کے اسسٹنٹ ایڈیٹر کے طور پر کام کیا ۔ قیام پاکستان تک چند ماہ کے لیے ڈی اے وی کالج لاہور میں اردو کے استاد رہے ۔ بھارت جانے کے فوراً بعد روزنامہ " ملاپ " نئی دھلی کے اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر ہوئے ۔ ۱۹۴۸ء کے اواخر میں بھارت کے محکمہ اطلاعات و نشریات میں افسر مقرر ہوئے اور ۱۹۷۷ء تک مختلف شہروں میں اس محکمے کے کئی اعلی عہدوں پر فائز ہوئے ۔ ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۰ء تک جموں یونیورسٹی میں شعبہ اردو کے پروفیسر اور صدر شعبہ کی حیثیت سے کام کیا ۔ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۳ء تک اسی یونیورسٹی میں ڈین آف فیکلٹی کی ذمہ داریاں بھی آپ کو سونپ دی گیئں ۔ اب جموں یونیورسٹی کے شعبہ اردو کی ایمیرٹس

شپ فیلو شپ ان کے پاس ہے ۔ آج کل وہ ۲/۲۹ ۔ شانتی نکیتن نئی دہلی میں مقیم ہیں ۔

جگن ناتھ آزاد کے علمی و ادبی کارنامے اس سارے سفر میں پڑاؤ کا درجہ رکھتے ہیں ۔ ان کی تحریر کردہ کتابوں کی تعداد چالیس سے زیادہ ہوگئی ہے ، جن کی تفصیل یہاں درج کی جا رہی ہے ۔

تصنیفات و تالیفات

کتاب کا نام		سن اشاعت	ناشر
شعری مجموعے			
طبل و علم		۱۹۴۸ء	کشمیر بیورو آف انفارمیشن نئی دہلی
بیکراں		۱۹۴۹ء	مکتبہ قصر ادب اردو بازار دہلی
بیکراں	۱۹۵۴ء	۱۹۵۶ء	مکتبہ شاہراہ اردو بازار دہلی
بیکراں	۱۹۵۸ء	۱۹۶۱ء	ہندی ساہتیہ سمیلن بنارس (ہندی رسم الخط میں)
بیکراں		۱۹۸۴ء	مکتبہ کارواں کچہری روڈ لاہور (پاکستان)
ستاروں سے ذروں تک	۱۹۵۱ء	۱۹۵۳ء	مکتبہ شاہراہ اردو بازار دہلی
وطن میں اجنبی		۱۹۵۴ء	فیض پبلیکیشنز احمد آباد گجرات (گجراتی رسم الخط)
وطن میں اجنبی	۱۹۵۸ء	۱۹۶۴ء	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی
نوائے پریشاں		۱۹۶۱ء	ادارہ انیس اردو ۴۴ چوک الہ آباد
انتخاب کلام	۱۹۵۷ء	۱۹۶۰ء	انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ
کہکشاں (انتخاب کلام)	۱۹۶۱ء	۱۹۶۳ء	اسٹار پبلیکیشنز دہلی
بچوں کی نظمیں		۱۹۶۷ء	ترقی اردو بورڈ ۸ ویسٹ بلاک آر ۔ کے پورم نئی دہلی

بچوں کا اقبال (تالیف) ۱۹۷۷ء کپورسرادرس بکسیلرز اینڈپبلشرز لال چوک سری نگر کشمیر

زیر طباعت

جستجو	•	ماڈرن پبلیکیشنز ہاؤس ۹ گولہ مارکیٹ دریا گنج نئی دھلی
جوئے رمیدہ		ایوان اردو نارتھ ناظم آباد کراچی (پاکستان)

طویل نظمیں (شعری کتابچے)

اُردو	۱۹۵۱ء ۱۹۵۲ء ۱۹۵۳ء	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دھلی
اُردو	۱۹۵۶ء ۱۹۶۶ء	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دھلی
ابو الکلام آزاد	۱۹۵۸ء	ادارہ فروغ اردو لکھنؤ
ماتم نہرو	۱۹۶۴ء ۱۹۶۵ء	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دھلی
شاعر کی آواز	۱۹۶۵ء ۱۹۶۶ء	مکتبہ قصر اردو، اردو بازار دھلی
اجنتا	۱۹۶۶ء	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دھلی
دھلی کی جامعہ مسجد	۱۹۶۶ء	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دھلی
دھلی کی جامعہ مسجد	۱۹۸۰ء	ادارہ تعمیر ادب کراچی (پاکستان)
رفیع صاحب کے مزار پر	۱۹۶۶ء	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دھلی
ماتم سالک	۱۹۶۶ء	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دھلی

نثر

تلوک چند محروم (تالیف)	۱۹۵۹ء	ادارہ فروغ اردو لکھنؤ
جنوبی ہند میں دو ہفتے	۱۹۵۱ء	دہلی کتاب گھر دھلی
اقبال اور اسکا عہد	۱۹۶۰ء ۱۹۶۴ء ۱۹۷۳ء	ادارہ انیس اردو الہ آباد
اقبال اور اسکا عہد	۱۹۷۷ء ۱۹۸۴ء	ادارہ قوسین لاھور (پاکستان)
اقبال اور مغربی مفکرین	۱۹۷۶ء	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دھلی
اقبال اور مغربی مفکرین	۱۹۸۰ء ۱۹۸۴ء	مکتبہ عالیہ اردو بازار لاھور (پاکستان)

اقبال اور کشمیر	۱۹۷۷ء	علی محمد اینڈ سنز لال چوک سری نگر
اقبال کی کہانی	۱۹۷۶ء ۱۹۸۳ء	ترقی اردو بورڈ ویسٹ بلاک اردو نگر دھلی
اقبال، زندگی، شخصیت اور شاعری (۱۴ سے ۱۸ برس کے طلبہ کیلئے)	۱۹۷۷ء	نیشنل کونسل فار ایجوکیشن ریسرچ اینڈ ٹریننگ نئی دھلی
مرقع اقبال	۱۹۷۷ء	پبلیکیشنز ڈویژن پٹیالہ ھاؤس نئی دھلی
فکرِ اقبال کے بعض اہم پہلو (تالیف)	۱۹۸۲ء	شیخ غلام محمد اینڈ سنز باسمہ بازار سری نگر کشمیر

زیــــر طبـــاعـــت

ترجمہ جاوید نامہ	آل انڈیا اقبال صدی تقاریب کمیٹی بمبئی
کولمبس کے دیس میں (امریکہ اور کینیڈا کا سفر)	انجمن ترقیِ اردو، اردو گھر راوز ایونیو نئی دھلی
حیاتِ محروم	انجمن ترقیِ اردو، اردو گھر راو ز ایونیو نئی دھلی
پھر امریکہ اور کینیڈا میں	انجمن ترقیِ اردو، اردو گھر راو ز ایونیو نئی دھلی
روداد اقبال (علامہ اقبال کی مفصّل سوانح حیات) جلد اوّل ۱۹۰۵ء تک	جموں یونیورسٹی جموں۔کشمیر
کچھ فراق کے بارے میں	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دھلی

مرتب کئے ہوئے شعری مجموعے

(اپنے والد محروم صاحب کے تمام کلام کی اشاعت کا اہتمام کر کے جگن ناتھ صاحب نے اپنے والد کی یاد کو لوک ورثہ بنا دیا ہے ۔)

گنج معانی محروم (دوسرا ایڈیشن)	۱۹۵۷ء	دھلی کتاب گھر دھلی
رباعیات محروم (تیسرا ایڈیشن)	۱۹۷۱ء	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دھلی

نیرنگ معانی محروم (دوسرا ایڈیشن)	۱۹۶۴ء	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دھلی
شعلۂ نوا (محروم)	۱۹۶۰ء ۱۹۶۵ء	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دھلی
کاروانِ وطن (محروم)	۱۹۶۰ء	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دھلی
بہارطفلی (محروم)	۱۹۶۰ء	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دھلی
بچوں کی دنیا (محروم)	۱۹۶۴ء ۱۹۷۶ء	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دھلی

انگریزی تصانیف

	۱۹۸۲ء ۱۹۶۵ء	یونیورسٹی آف میسور ،میسور
	۱۹۸۳ء	نیشنل بک ھاؤس اردو بازار لاھور (پاکستان)

جگن ناتھ آزاد نے دنیا کے بڑے بڑے شہروں کا سفر کیا اور وھاں علمی ادبی تقاریب میں شرکت کی ۔ لیکچرز دیے اور مقالات پڑھے ، جن کی تعداد ڈیڑھ سو کے لگ بھگ ھے ۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر یہاں کیا جا رھا ھے ۔

ھندوستان اور بیرونِ ھندوستان کی یونیورسٹیوں میں خصوصی خطبات اور مقالات

عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد	۱۹۵۰ء	ھندوستان اور اردو کا مستقبل
یونیورسٹی آف جموں اینڈ کشمیر سری نگر	۱۹۵۶ء	اقبال اور ھندوستان
ماسکو یونیورسٹی ماسکو (روس)	۱۹۷۸ء	
ریگا یونیورسٹی ڈویا (یو ایس ایس آر)	۱۹۷۸ء	
لینن گراڈ یونیورسٹی لینن گراڈ (یو ایس ایس آر)	۱۹۷۸ء	

تاجکستان یونیورسٹی دوشنبے (یو ایس ایس آر)	۱۹۷۸ء	
بمبئی یونیورسٹی (شعبۂ اردو)	۱۹۷۹ء	تخلیق کار کی اندرونی دنیا
جواہر لال یونیورسٹی نئی دہلی	۱۹۷۹ء	پاکستان میں بین الاقوامی اقبال کانگریس
کراچی یونیورسٹی (شعبۂ اردو)	۱۹۸۰ء	اقبال کی عقوبت
پشاور یونیورسٹی پاکستان	۱۹۸۰ء	اقبال صرف مسلمانوں کے شاعر ؟
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد پاکستان	۱۹۸۰ء	کلام اقبال کے نفسانی پہلو
ایسٹ ویسٹ یونیورسٹی شکاگو (امریکہ)	۱۹۸۱ء	
نارتھ ایسٹرن اسٹیٹ یونیورسٹی شکاگو (امریکہ)	۱۹۸۱ء	
میسور یونیورسٹی (جے۔ ایس کالج میسور)	۱۹۸۵ء	ہندوستان میں اردو کا مستقبل
بحرین یونیورسٹی (بحرین)	۱۹۸۶ء	اقبال کی شاعری کے چند پہلو (غیر رسمی بات چیت)
گورنمنٹ آرٹس کالج مدراس	۱۹۵۰ء	اردو غزل ابتدا و ارتقاء
یونیورسٹی مدراس		
جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز جموں (غالب صدی تقریبات)	۱۹۴۵ء	غالب اور اقبال
کل ہند اقبال صدسالہ جشنِ ولادت تقریبات کمیٹی نئی دہلی (انٹرنیشنل سیمینار)	۱۹۷۷ء	
کانگریس انٹرنیشنل علامہ محمد اقبال لاہور پاکستان سیمینار کا افتتاحی اجلاس		
کانگریس انٹرنیشنل علامہ محمد اقبال سیالکوٹ	۱۹۷۷ء	اختتامی اجلاس کی صدارت
جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی	۱۹۷۷ء	اقبال کے اردو اور فارسی کلام میں اصلاح
شاہ حسین کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور پاکستان	۱۹۷۷ء	ہندوستان اور پاکستان میں اقتباسات کا تقابلی مطالعہ

فورتھ فریڈم فورم کانپور	۱۹۷۸ء	مولانا حسرت موہانی
بزم فروغ اردو جموں	۱۹۷۸ء	پشکن کے دیس میں
کشمیر یونیورسٹی سری نگر	۱۹۷۹ء	رام لعل اور نیا افسانہ
اسلامک سنٹرز برما رنگون	۱۹۸۰ء	اقبال اور تصوف
حلقہ احمر برما رنگون	۱۹۸۰ء	سجدۂ قرطبہ
پاکستان رائٹرز گلڈ لاہور	۱۹۸۰ء	میر ا برما کا ادبی سفر
اقبال میموریل ٹرسٹ ملیرکوٹلہ (سالانہ اجلاس)	۱۹۸۰ء	اقبال اور ہندوستان
پاکستان انڈیا فرینڈشپ ایسوسی ایشن کراچی پاکستان	۱۹۸۰ء	ہندوستان اور پاکستان کے باہمی ادبی تعاون
ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن اسلام آباد پاکستان	۱۹۸۰ء	ہندوستان میں اردو
راجستھان اردو اکیڈمی جے پور	۱۹۸۰ء	اردو ادب میں جدید رجحانات پر گفتگو
بہار اردو اکیڈمی	۱۹۸۰ء	اقبال اور پریم چند
بزم ادب الامارات دوبئی (یو ۔ اے ۔ ای)	۱۹۸۱ء	علامہ اقبال کی شاعری اور فلسفہ
کل ہند غیر مسلم ادباء کانفرنس لکھنؤ	۱۹۸۱ء	اجلاس کا صدارتی خطبہ
انسٹیٹیوٹ آف اسٹیڈیز ان ایجوکیشن ٹورانٹو یونیورسٹی ٹورانٹو (کینیڈا)	۱۹۸۱ء	مذاہب کی طرف اقبال کا رویہ
پنجاب بھاشا و بھاگ چندی گڑھ	۱۹۸۱ء	پریم چند اور فکشن
انجمن سادات امروہہ کراچی پاکستان	۱۹۸۳ء	جوش ملیح آبادی کے ساتھ ۹ برس
رائٹر فورم آف پاکستان کنیڈین، پاکستان کینیڈا انسٹی فورک کے اشتراک سے ٹورنٹو کینیڈا (انٹرنیشنل اردو کانفرنس)	۱۹۸۳ء	ہندوستان اور پاکستان میں اقبالیات
ادبی مرکز لندن	۱۹۸۳ء	اقبال کے اپنے کلام پر نظر ثانی
ورلڈ مسلم سینٹر لندن	۱۹۸۳ء	اتحادِ انسانیت
مرکزیہ مجلس اقبال لاہور	۱۹۸۳ء	اقبال ایک آفاقی شاعر
انجمن ترقی اردو ہند نئی دہلی	۱۹۸۵ء	سیّد سلیمان ندوی سیمینار کے ایک اجلاس کا صدارتی خطبہ

پاکستان اکیڈمی آف لیٹرز ١٩٨٦ء اردو میں بچوں کا
اسلام آباد ،کراچی سیمینار ادب
(ہندوستان میں اردو ادب
آزادی کے بعد)

بھارت کے علاوہ بیس ایسے ممالک ہیں جہاں ریڈیو اور ٹیلیویژن پر مختلف علمی و ادبی پروگراموں میں جگن ناتھ آزاد نے شرکت کی ، جن میں ریڈیو پاکستان کراچی ، بی بی سی لندن (برطانیہ)،ماسکو ریڈیو روس ، پاکستان ٹیلیویژن لاہور اور اسلام آباد ، بی بی سی ٹیلیویژن برمنگھم،ٹورنٹو ٹیلیویژن کینیڈا ، اور وائس آف امریکہ نیویارک بھی شامل ہیں -

تقریباً ٣٣ علمی و ادبی انجمنوں کی رکنیت اور صدارت کا عہدہ ان کے پاس رہا - بھارت اور کئی دوسرے ملکوں کی طرف سے چالیس سے زیادہ چھوٹے بڑے ایوارڈز ان کو عطا کیے گئے ، جن میں حکومتِ پاکستان کی طرف سے اقبال میڈل اور بھارتی حکومت کی طرف سے غالب ایوارڈ بھی شامل ہیں -

جگن ناتھ آزاد کی شخصیت اور علمی و ادبی کارناموں پر جو کتابیں اور رسالوں کے خاص نمبر شائع ہوئے ، وہ تاریخ ادب کا ایک محفوظ سرمایہ ہیں - ان میں قابلِ ذکر اشاعتوں کو یہاں درج کیا جا رہا ہے -

" جگن ناتھ آزاد کی شاعری " مرتبہ،حمیدہ سلطان احمد
مکتبہ شاہراہ اردو بازار دہلی (١٩٦٣ء)

" جگن ناتھ آزاد " (ہندی) مرتبہ، پرکاش پنڈت
راج پال اینڈسنز کشمیری بازار نئی دہلی (١٩٦٧ء)

" جگن ناتھ آزاد": ایک مطالعہ- مرتبہ،محمد ایوب واقف
علمی مجلس دہلی (١٩٨٠ء)

ماہنامہ "العطش " جموں، جگن ناتھ آزاد نمبر
مرتبہ، راج کمار چندن (١٩٨٦ء)

ماہنامہ " لمحے لمحے "بدایوں، جگن ناتھ آزاد نمبر

مرتبہ حسیب سوز ، خان فہیم (۱۹۸۸ء)

یہ جگن ناتھ آزاد کے کارناموں کا ایک جائزہ ہے۔ ان کے بکھرے ہوئے عظیم کام پر رضوان اللہ نے " جگن ناتھ آزاد کی ادبی خدمات " کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ تحریر کیا ، جس پر بہار یونیورسٹی مظفر پور نے ۱۹۸۵ء میں رضوان صاحب کو پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی ۔ ابھی جگن ناتھ آزاد کا سفر جاری ہے ۔ کئی جہتیں کئی منزلیں اور کئی امکانات سر کرنے ابھی باقی ہیں ۔

تقسیم ہند کے وقت دونوں طرف ظالم لوگوں نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا ۔ اس جاں گداز کیفیت کو جگن ناتھ آزاد نے شعروں میں منتقل کیا ، مگر کہیں بھی قیام پاکستان کے خلاف کوئی ردِ عمل نظر نہیں آتا ۔ ورنہ بھارتی شاعروں اور ادیبوں نے اس طرح کے ہر واقعے کو منفی انداز کی حقیقت بنانے کی کوشش کی ہے ۔ یہ قتل و غارت تقسیم ہند کے پروگرام میں تو شامل نہ تھی ۔ یہ فسادات تو بہت پہلے سے ہندوستان کی سرزمین پر ہو رہے تھے ۔ تقسیم کے لمحے نے اسے سانحے میں بدل دیا ۔ یہ مفاد پرست اور ستم شعار درندوں کا ایک انتہائی مظاہرہ تھا ، جس سے دونوں زمینیں لہولہان ہو گئیں ۔ جگن صاحب خود پنجاب سے گئے تھے ۔ انھوں نے یہ واقعات اپنی نگاہوں میں چھپالیے تھے ۔ پھر انھیں اپنے دل میں اتار کے تخلیقی تجربے کی روشنی بنالیا ۔ ان کی شاعری پر اس گہرے ملال کے اثرات نمایاں ہیں ۔

اِدھر صیاد پھرتے ہیں ، اُدھر صیاد پھرتے ہیں
کچھ اس انداز سے میرے گلستان میں بہار آئی

اِدھر بھی آگ بھڑکی تھی ، اُدھر بھی آگ بھڑکی تھی
زمینِ باغ پر یوں رحمتِ پروردگار آئی

اِک حشر کا طوفان اِدھر بھی تھا اُدھر بھی
اِک آگ کا طوفان اِدھر بھی تھا اُدھر بھی

انسان پریشان اِدھر بھی تھا اُدھر بھی
ہر روح میں پیکان اِدھر بھی تھا اُدھر بھی
پنجاب میں اِک قہرِ الٰہی کا سماں تھا
دونوں طرف انسان کی تباہی کا سماں تھا

جگن ناتھ آزاد کی ایسی نظموں کے بارے میں روشن اختر کاظمی کی رائے اس طرح ہے ۔ " ان نظموں میں جذباتی اتار چڑھاؤ کے مختلف مواقع آتے ہیں ۔ یہ شاعری پنجاب کا ورثہ ہے ۔ اس موضوع پر نظم " وطن میں اجنبی " دوسری اس قسم کی منظومات میں بہترین قرار دی جاسکتی ہے " ۔ [۲]

۱۹۴۷ء میں پانچ دریاؤں کی زمین پر خون کا ایک دریا بھی بہہ رہا تھا ۔ ان مناظر کے سلسلے میں اردو ، ہندی اور پنجابی میں کئی شاہکار افسانے اور نظمیں لکھی گئی ہیں ، جن میں امرتا پریتم کی " آج آکھاں وارث شاہ نوں " بھی ایک عظیم فن پارہ ہے ۔ جگن ناتھ آزاد کی نظم " وطن میں اجنبی " بھی ایک بڑی نظم ہے ۔

بھارت میں جگن ناتھ آزاد کے صادق جذبوں کے طفیل ان کے دانشورانہ اور شاعرانہ کمالات کو بہت عزت ملی ۔ یہ محبت انھیں غیر متعصب مزاج اور کشادہ دل شخصیت کی بدولت نصیب ہوئی ۔ شاعری کے علاوہ اقبال سے ان کے تعلق خاطر نے بھارت میں انھیں شہرتِ دوام عطا کر دی ۔ ان کی شاعری میں حیات و کائنات کو فلسفیانہ انداز میں سمجھنے کی کوشش ملتی ہے ۔ مگر ان کے ہاں جذبات کی عکاسی میں کوئی گہری سنجیدہ گوئی کا عنصر نہیں ہے ۔ وہ بغیر کسی لگی لپٹی کے اپنی بات کہنے کا رویہ اپناتے ہیں ۔

معاشرے میں چھپی ہوئی نفرتوں کو محبت کا عنوان دینے کی خواہش ان کے شعری اور ادبی مقاصد میں سرفہرست ہے ۔ بھارت میں مسلمانوں کی حالتِ زار اب کوئی راز نہیں ہے ۔ مگر وہاں کے بارے میں بات کرنا شجر ممنوعہ تصور کیاجاتا

---

[۲] سہ ماہی " لمحے لمحے " بدایوں،آزاد نمبر صفحہ ۱۹۰

ہے ۔ اگر کوئی مسلمان اس طرح آواز بلند کرتا ہے تو بھارتی حکومت اور مہا سبھائی طبقے بڑے مزے سے اس کو وطن دشمن کا خطاب دے دیتے ہیں ۔ عجب کرامت ہے کہ ایک ہندو شاعر نے " بھارت کے مسلمان " کے نام سے ایک طویل نظم لکھ کر پوری دنیا کو ایک خوشگوار حیرت سے دوچار کر دیا ۔ چونکہ جگن ناتھ صاحب مسلمانوں کی تاریخ و تہذیب سے ذاتی طور پر آشنا ہیں ، بلکہ وہ اس فضا میں پلے بڑھے ہیں ، اس لیے یہ نظم جذبات و خیالات کا ایک دریا تو ہے ہی ، احوال و آثار کا ایک ایسا شفاف آئینہ بھی بن گئی ہے ، جس میں جگن صاحب نے اخلاص اور افکار کا سمندر موجزن کر دیا ہے ۔ اس نظم میں انھوں نے بھارتی مسلمانوں کی حمایت و ہمدردی کے ساتھ ساتھ انھیں حسرتوں اور عبرتوں کے مقابلے میں زندہ و بیدار ہونے کی بھولی ہوئی لگن بھی یاد دلائی ہے ۔ یہ نظم اپنی اہمیت کے پیش نظر کئی اخبارات و رسائل میں شائع ہوئی ۔ انھیں بھارت میں ہمدردِ مسلمان کا لقب دیا گیا ۔ ہر طرف سے دادو تحسین کے علاوہ طعن و تشنیع کا نشانہ بھی بننا پڑا ۔ جناب اسد ملتانی نے اس نظم سے متاثر ہو کر ایک نظم لکھی ، جس کا عنوان ہی " ہمدردِ مسلمان " ہے ۔ اس نظم کے چند بند درج کیے جا رہے ہیں ۔

تیرا میں جگن ناتھ ہوں شرمندۂ احساں
سوجھا ہے تجھے خوب مرے درد کا درماں

روشن ترے دل پر ہو میرا غم پنہاں
صاف اس سے خلوص اور محبت ہے نمایاں

اے پیکرِ غم خواری و دل سوزیٔ انساں
ہمدردِ مسلماں

ہیں کلیر و اجمیر کی باتیں تو پرانی
بھولا میں قلندر کی ، مجددؒ کی کہانی

گم کر گئی واعظ کی مجھے سحر بیانی
میں نے اس اقبال کی بھی بات نہ مانی

ہے جس کا اثر تیری طبعیت میں نمایاں
همدردِ مسلماں

کیوں مجھ کو شکایت ہو کسی اور سے جھوٹی
خود اپنی ہی تقصیر سے قسمت مری پھوٹی

اللہ کی رسی تو نہ ٹوٹے گی نہ ٹوٹی
افسوس یہی ہے کہ مرے ہاتھ سے چھوٹی

شیرازۂ ملت ہوا اس درجہ پریشاں
همدردِ مسلماں

جگن ناتھ آزاد کی نظم اگلے صفحات میں شامل کی جارہی ہے ۔ یہ نظم اور اسد ملتانی کی نظم ملا کر پڑھی جائیں تو اقبال کی مشہور نظمیں " شکوہ اور جواب شکوہ " یاد آجاتی ہیں ۔ میرے خیال میں جگن ناتھ آزاد کی نظم بھی لازوال شان رکھتی ہے ۔ بھارت میں رہ جانے والے مسلمانوں اور برصغیر ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاسی اور معاشرتی صورتِ حال میں جو فرق ہے وہ اقبال کی نظم اور آزاد کی نظم سے بھی عیاں ہے ۔ یہ نظم بھی اقبال سے آزاد کی عقیدت مظہر ہے ۔ بھارتی مسلمانوں کے لیے ہندو شاعر کی طرف سے اِس سے بڑا تحفہ اور نہیں ہوسکتا ۔ یہ نظم ایک طرف ہندو مسلم اتحاد کی مشعل جلا رہی ہے تو دوسری طرف پاک بھارت تعلقات کی ایک کرن بھی سلگائے دیے رہے ہے ۔ نامور صحافی حمید نظامی ۲۵ ، فروری ۱۹۵۲ء کو روزنامہ " نوائے وقت " کے لیٹر پیڈ پر جگن ناتھ آزاد کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں ۔

" آج روزنامہ اخبار میں آپ کی نظم "بھارت کے مسلمان" شائع کی ہے ۔ اللہ اکبر آپ نے خوب نظم کہی ہے ۔ یہ توفیق ہندوستان کے کسی مسلمان شاعر کو نصیب نہ ہوئی ۔ خدا آپ کو خوش رکھے ۔ خدا کرے دونوں ملکوں کے تعلقات بہتر ہو جائیں کیونکہ دونوں کی بہتری اسی میں ہے ۔ " [۳]

مولانا معین الدین ندوی ایک شذرے میں لکھتے ہیں ۔

---

[۳] سہ ماہی " لمحے لمحے " آزاد نمبر صفحہ ۳۰۱

" جگن ناتھ آزاد کی نظم " بھارت کے مسلمان " جن شریفانہ اور اسلامی جذبات پر مشتمل ہے ، وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ تعصب و تنگ نظری کے اس تاریک دور میں انسانیت کی شمع گُل نہیں ہوگی ۔ اس نظم کی قدروقیمت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس کا لکھنے والا ایک ہندو ہے ۔ یہ نظم اس لائق ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی نگاہوں سے گزرے اس لیے اس کو اخبار " الجمعیت " سے نقل کیا جاتا ہے ۔ ہم کو امید ہے کہ انسانی اخوت و محبت کی اس آواز کا جواب پاکستان سے بھی دیا جائے گا ۔ "

جگن صاحب نے اس کے علاوہ بھی اپنی نظموں میں تعصب ، نفرت اور دشمنی کے برعکس محبت ، یگانگت اور سوزو گداز کی سرشاریاں بکھیری ہیں ۔ انھوں نے "اردو" کے عنوان سے ایک نظم لکھی ہے ۔ بھارت میں اردو کو مسلمانوں کی زبان سمجھاجاتا ہے ۔ " دھلی کی جامع مسجد " " رفیع صاحب کے مزار پر "اور " ماتم سالک " ایسی نظمیں ہیں جو اُن کی مسلمان دوستی بلکہ انسان دوستی کا کھلا ثبوت ہیں ۔ وہ انتہائی مخلص ، شفیق ، دوست دار ، ملنسار اور دردمند انسان ہیں ۔ مشرقی تہذیب و روایات بلکہ مسلم معاشرت و رواج کی مکمل پاسداری ان کی سیرت و کردار میں پیوست ہوگئی ہے ۔ وہ اتنے پیارے انسان ہیں کہ ان سے ملتے ہی ان سے محبت ہوجاتی ہے ۔ وہ محبتوں میں کسی تفریق اور تمیز کے قائل نہیں ۔ ان کی شاعری میں دیانت دارانہ بصیرت اپنا کمال دکھاتی ہے اور ان کا کلام پُر تاثیر ہے ۔ میں ارادی طور پر انھیں بھارت میں مسلمانوں کا شاعر ثابت کرنے نہیں جا رہا ، اگرچہ یہ ایک ہندو شاعر کے لیے ایک انوکھا اعزاز ہے ۔ ان کے دیگر شاعرانہ محاسن بھی ناقابل تردید ہیں ۔ ان کے فن و شخصیت کے بارے میں لکھی گئی کتابوں کی فہرستِ مضامین پر نظر ڈالی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ قلوب و فنون دونوں میدانوں میں جگن صاحب کی فتوحات کا جواب نہیں ۔ چند نامور مضمون نگاروں کے اسمائے گرامی قارئین کی دلچسپی کے لیے تحریر کیے جا رہے ہیں ۔

(۱) فراق گھورکپوری (۲) پروفیسر وقار عظیم (۳) سرعبدالقادر (۴) آل احمد سرور (۵) عبدالمجید سالک (۶) عبدالحمید عدم (۷) خواجہ احمد عباس (۸) حامد علی خان (۹) نریش کمار (۱۰) ڈاکٹر گیان چند (۱۱) پروفیسر احتشام حسین (۱۲) ڈاکٹر ظ انصاری (۱۳) ڈاکٹر اعجاز حسین (۱۴) خواجہ غلام السیدین (۱۵) ڈاکٹر قمر رئیس (۱۶) ڈاکٹر حامد اللہ ندوی (۱۷) انتظار حسین (۱۸) عطاءالحق قاسمی (۱۹) رام لعل (۲۰) ڈاکٹر تارا چرن (۲۱) ڈاکٹر سلیم اختر (۲۲) مولانا عبدالماجد دریا آبادی (۲۳) ڈاکٹر احمد حسن (۲۴) ڈاکٹر خلیق انجم (۲۵) ڈاکٹر منظر اعظمی ۔ ؎[۲]

ایک میٹھے درد کی کسک جگن صاحب کی شاعری کا شیوہ ہے ۔ انھوں نے بچوں کے لیے بھی نظمیں لکھی ہیں ۔ ان کے کلام میں ایسی کوئی تخصیص نہیں جسے خانوں میں تقسیم کیا جاسکے ۔ وہ روایت کو کہیں بھی خود سے بچھڑنے نہیں دیتے ۔ بے مقصد اور بے معنی شاعری ان کا شعار نہیں ہے ۔

؎ آوارہ نہ پھر اے دل صحرا و بیاباں میں
آباد ہے اک دنیا دامن سے گریباں تک

جہاں تک بھارت میں اقبالیات کے بارے میں جگن صاحب کا تعلق ہے تو یہ بھی اب ہماری فکری اور ادبی تاریخ کا ایک روشن باب ہے ۔ بھارت میں اقبال کو صرف مسلمانوں کا شاعر قرار دینے کی مہم بھی زوروں پر ہے ۔ میرے خیال میں مسلمانوں سے جگن صاحب کی محبت کے باعث یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ اقبال کو حکیم الامت سمجھ کر انھوں نے اپنا ممدوح و موضوع بنایا ہو ۔ مگر جگن صاحب سے زیادہ اور کون جانتا ہوگا کہ اقبال شاعر مشرق بھی ہے ۔ جگن صاحب نے بھارت کے گوشے گوشے میں اور دنیا بھر کے علمی مراکز میں

؎[۲] ان حضرات کے مضامین "جگن ناتھ آزاد کی شاعر" ۔ ایک مطالعہ اور سہ ماہی " لمحے لمحے " میں شائع ہوئے ہیں ۔

اقبال کی فکر کو عام کیا ۔ کلام اقبال کی ترویج و تشریح مین انھوں نے ناقابل فراموش کردار ادا کیا ھے ۔ فن شعر اور کلام اقبال ان کے بچپن کا شوق ھے ۔ ڈاکٹر سلیم اختر اپنے مضمون " بھارت میں اقبالیات کے فروغ کا علمبردار " میں لکھتے ھیں ۔

" جگن ناتھ آزاد کے لیے علامہ اقبال نے ایک طرح سے تخلیقی محرک بلکہ ایک بلند آئیڈیل کی صورت اختیار کرلی ھے ۔ انھوں نے ایک مرتبہ دورانِ گفتگو مجھے بتایا کہ زمانۂ طالب علمی میں بھی انھیں علامہ کا تقریباً تمام کلام یاد ھو گیا تھا ۔ ابھی علامہ بقید حیات تھے کہ کسی نے ان سے ذکر کیا کہ لاھور میں ایک ایسا طالب علم بھی ھے جسے آپ کا تمام کلام زبانی یاد ھے ۔ علامہ نے ملنے کی خواھش بھی ظاھر کی مگر آزاد صاحب فرطِ ادب سے ان کے سامنے نہ جاسکے ۔ [5]

جگن ناتھ آزاد کے ساتھ اب پاکستانیوں کی محبت ایک ناقابل شکست حقیقت ھے ۔ ایک ھمدردِ مسلمان اور عاشقِ اقبال کے طور پر پاکستان میں ان کی آمد ایک بڑا واقعہ ھوتا ھے ۔ پاکستان سے ان کی محبت کی ایک وجہ یہ بھی ھوسکتی ھے کہ یہ ملک مفکرِ اسلام اقبال کے خواب کی تعبیر ھے ۔ ممتاز خاتون صحافی شمیم اکرام الحق لکھتی ھیں ۔

" وہ غالباً واحد پرستارِ اقبال ھیں جنھیں شاعر مشرق کا سارا کلام ازبر ھے ۔ اقبال کے عاشق تو ھم نے بہت دیکھے پر ایسا عاشق نہ دیکھا نہ سُنا ۔ اقبال کی " مسجد قرطبہ " پڑھی اور اسے دیکھنے چل دیے ۔ وھاں کونوں ، کھدروں میں جھانکتے پھرے ۔ قیاس کرتے رھے کہ پیرومرشد نے کہاں بیٹھ کر یہ نظم لکھی ھوگی ۔ " دریائے نیکر کے کنارے " پڑھی تو ایک بار پھر بستر باندھ لیا اور دریائے نیکر دیکھنے چل دیے ۔ اقبال کی نظمیں پڑھ پڑھ کر سفر کرنے کا یہ عمل ساری زندگی جاری رھا اور جاری ھے ۔ " [6]

---

[5] روزنامہ " مشرق " لاھور ، ۱۶ جون ۱۹۸۳ء
[6] ھفت روزہ اخبار خواتین کراچی ، ۱۰ مئی ۱۹۸۰ء

اقبالیات کے فروغ و مقبولیت کے لیے جو کام جگن صاحب نے کیا ، وہی کرسکتے تھے ۔ انھوں نے فکر اقبال کو اپنے اصل معنوں میں بھارت میں روشناس کیا ۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے اپنی ایک تحریر میں انھیں " اقبال کا غیر مسلم خادم " کا خطاب دیا ۔ [7] ماہر اقبالیات کی حیثیت سے انھوں نے دنیا بھر میں بھارت کے سفیر کا کردار ادا کیا ۔ پاکستان میں ۱۹۷۷ء میں صدسالہ جشن اقبال کے موقع پر بین الاقوامی شہرت کے دانشور اکٹھے ہوئے تھے ۔ اس وقت اس عظیم الشان اجتماع کی قیادت کا شرف جگن ناتھ آزاد کو نصیب ہوا ۔ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے ان کی بہت عزت افزائی کی ، جس کی یاد ہمیشہ جگن صاحب کے دل میں زندہ رہی اور وہ یہ ذکر بڑی محبت و عقیدت سے کرتے تھے ۔ [8]

جگن ناتھ آزاد نے بھارت میں " اقبال صدی " تقریبات میں نمایاں کام کیا ۔ ۱۹۷۳ء میں جموں و کشمیر (بھارت) میں شاندار اقبال نمائش کا اہتمام کیا ۔ جو تعلق اقبال کے بارے میں ان کا ایک یاد رہ جانے والا واقعہ ہے ۔ اس کے بعد یہ نمائش علی گڑھ ، دھلی ، حیدرآباد ، بھوپال ، پٹنہ ، بمبئی ، پونا ، مدراس ، چندی گڑھ ، لکھنؤ اور اجمیر شریف میں بھی منعقد ہوئی ۔ اب یہ " مرقع اقبال " کے نام سے شائع ہوچکی ہے ۔ [9]

اقبالیات کے علاوہ جو نثری تحریریں جگن ناتھ آزاد کی ملتی ہیں ، وہ بھی ان کے شگفتہ فکری اسلوبِ فن کا آئینہ ہیں ۔ سفر نامہ ، خاکہ نگاری ، تنقید اور اپنی خود نوشت میں انھوں نے اپنے خیالات و حالات محفوظ کر لیے ہیں ۔ انھوں نے جن دوستوں کے خاکے لکھے ہیں ، انھیں زندۂ جاوید کردیا ہے ۔ " آنکھیں ترستیاں ہیں " میں رفتگان کی صرف یاد ہی ہمارے دِل میں نہیں تڑپتی ، ہم ان بزرگوں کو جگن صاحب کے

---

[7] " لمحے لمحے " بدایوں صفحہ ۲۲۳ ، ۱۰ مئی ۱۹۸۰ء

[8] "مندر میں محراب" سفرنامہ بھارت پولیمر پبلیکیشنز ، طبع اول ، ۱۹۸۷ء صفحہ ۲۲ ،

[9] پبلیکیشنز ڈویژن نئی دھلی

لفظوں کی نگاہوں سے دیکھتے بھی ھیں ۔ اس کتاب کو جگن صاحب نے اپنی یادوں کی داستان بلکہ اپنی داستانِ حیات کہا ھے ۔ ان سب لوگوں سے جگن صاحب کا تعلق خاطر تھا ۔ ان کے ذکر میں جگن صاحب کی ترستی ھوئی آنکھیں بار بار چمکتی ھوئی دکھائی دیتی ھیں ۔ جگن صاحب کے نثری کمالات کا مکمل جائزہ اس وقت ممکن نہیں ، مگر قارئین کی دلچسپی کے لیے ان تمام لوگوں کی فہرست درج کی جا رھی ھے جو کتاب کا موضوع ھیں ۔

(۱) تاجور نجیب آبادی (۲) صلاح الدین احمد (۳) ابوالکلام آزاد (۴) عبدالمجید سالک (۵) صوفی غلام مصطفے تبسم (۶) مولوی عبدالحق (۷) شیخ عبدالقادر (۸) سروجنی نائیڈو (۹) عبدالقادر سروری (۱۰) مہندر ناتھ (۱۱) سلمان اریب (۱۲) عرش ملیسانی (۱۳) محمد دین تاثیر (۱۴) درگاپرشاد دھر (۱۵) بنے بھائی (۱۶) کرشن چندر (۱۷) جانثار اختر (۱۸) نریس کمار (۱۹) حسرت موہانی (۲۰) پریم ناتھ (۲۱) رشید احمد صدیقی (۲۲) تلوک چند محروم ۔

ان سب نامور حضرات کی حیثیتوں اور عظمتوں سے کسے انکار ھے ۔ ان لوگوں کی صحبت و رفاقت جگن صاحب کا اصل سرمایہ ھے ۔ ان کے فن و شخصیت کے ارتقاء میں گزری ھوئی محفلوں کا بڑا دخل ھے ۔ یہ کتاب جگن صاحب کو بھی سمجھنے میں مدد دیتی ھے ۔ بآسانی اندازہ ھوسکتا ھے کہ انھوں نے کس قدر بھرپور ، دلآویز اور بامعنی زندگی گزاری ھے ۔ خواجہ عباس نے اس کتاب کو آنسوؤں اور قہقہوں کا مرقع قرار دیا ھے ۔

" نشانِ منزل " جگن ناتھ آزاد کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ھے ۔ اس کتاب کا انتساب ڈاکٹر سلیم اختر کے نام ھے ۔ اس کے ساتھ ایک شعر بھی درج کیا گیا ھے ۔

ـــہ من از طریق بہ پُرسم رفیق می جوئم
کہ گفتہ اند نخستیں رفیق و بعد طریق

جگن صاحب کی تنقیدی مہارتوں کا ایک پہلو اقبالیات سے متعلق ھے ، جس نے ان کے ذھن میں ایک مثبت رویہ رائج

کر دیا ۔ انھیں تنقید کے روادارانہ اور دوستانہ و بستان کا فرد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا ۔ وہ چیزوں کے روشن پہلو پر نظر رکھتے ہیں اور دردمندی سے لفظ و خیال کی گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ ہم یہاں ان کے نثری کارناموں کا تفصیل سے ذکر نہیں کرسکتے ۔ البتہ "نشانِ منزل" کی فہرست مضامین میں سے کچھ عنوانات اس خیال سے درج کیے جا رہے ہیں کہ قارئین کو ان کی ترجیحات کا اندازہ ہوسکے۔

(۱) حسرت موہانی اور اقبال (۲) ہندوستان کے تہذیبی عناصر اور اردو (۳) جواہرلعل نہرو کا ادبی مرتبہ (۴) رام لعل کا فن (۵) فرحت کی رامائن (۶) جدید اردو شاعری (۷) ہندوستان میں اردو کا مسئلہ آزادی کے بعد (۸) عالمی معیار اور اردو (۹) اقبال صرف مسلمانوں کا شاعر (۱۰) ادب اور ادبی تخلیق (۱۱) اردو شاعری میں جدید رجحانات (۱۲) محروم کا فی البدیہہ کلام ۔

جدید شاعری کے سلسلے میں جگن ناتھ آزاد کے خیالات کی ایک تصویر اس طرح بنتی ہے ۔ " ہر تیسرے یا چوتھے درجے کی نام نہاد شعری تخلیق کو جدید شاعری قرار دینا کہ اس میں آج کے فرد کی گھٹن یا موجودہ دور کی بے معنویت موجود ہے، ایک طرح سے ذہنی انتشار اور پراگندگی کی دلیل ہے ۔ اس کے برعکس اس شاعری پر جو یقیناً شاعری کے معیار پر پوری اترتی ہے ، محض اس بنا پر ناک بھوں چڑھانا اور اسے نظر انداز کرنا کہ یہ مروجہ شعری پیمانوں پر پوری نہیں اترتی، مستقبل سے آنکھیں بند کرنا ہے ۔ ایسی شاعری جس میں تازگی ہے اور شگفتگی ہے خواہ وہ کسی گھٹن کے احساس کا نتیجہ ہے یا نہیں ہر اعتبار سے قابلِ تحسین ہے"۔ [۱۰]

" نشانِ منزل " کا نام بھی معنی خیز ہے ۔ بلکہ معنی آفریں ہے ۔ اس نام کی توجیہہ خود جگن صاحب نے کی ہے ۔ وہ کتاب کے " حرف اوّل " میں لکھتے ہیں ۔

" جہاں تک کتاب کے نام کا تعلق ہے ، یہ نام میں نے اپنے تنقیدی مقالات پر مشتمل کتاب کے لیے ۱۹۶۰ء میں تجویز کیا تھا ۔ اس وقت تک مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ علامہ اقبال

مرحوم نے اوّل اوّل " ضربِ کلیم " کا نام " نشانِ منزل " ھی تجویز کیا تھا ۔ اب یہ نام اگر علامہ اقبال کا پسندیدہ نام ھے تو ظاہر ھے مجھے اس سے زیادہ اور کیا نام پسند آسکتا ھے اور یہ ان کی کتاب کا متروک نام بھی ھے تو بھی میرے لیے محبوب ھے ۔

تیری خاکِ پا جسے چھو گئی وہ بُرا بھی ھو تو بُرا نہیں

قدم قدم پر جگن صاحب کی اقبال کے ساتھ نسبتیں بکھری پڑی ھیں ۔ ان کی نثر اور شاعری میں اقبال کے فیضان کے چشمے ، سرچشمے بنتے چلے جا رھے ھیں ۔ جگن صاحب کی دوسری نثری تخلیقات کے ضمن میں ڈاکٹر حامد اللہ ندوی کی رائے بہت اھم ھے ۔ وہ اپنے مضمون " آزاد کی نثری کائنات " میں لکھتے ھیں ۔

" سب سے پہلے تو یہ کہ وہ ایک پنجابی نثراد انسان ھیں اور ایک پنجابی فراخدل ، راست گو اور بات کا کھرا ھوتا ھے ۔ نہ اس کو گول مول باتوں میں دلچسپی ھوتی ھے ۔ سچ بولنا اور جذبات کا اظہار بلا روک ٹوک کرنا اس کی فطرت میں شامل ھے ۔ جگن کے اس انداز نگارش نے ان کی نثر کو پُر تاثیر بنا دیا ھے ۔ " ~~۱۱~~ ہ

اس کے ساتھ اس مضمون میں یہ بات میرے اصل موضوع کی طرف پلٹتی ھے ۔ " لیکن دلچسپ بات یہ ھے کہ آزاد کی شخصیت میں چھپا ھوا شاعر ذرا زیادہ طاقتور اور خود بیں ھے ۔ ایسے موقعوں پر جب واقعہ کی روانی کے لیے جذبات کا سہارا ضروری تھا اور یہ کام ان کی نثر بخوبی کرسکتی ھے، ان کا شاعر روپ بدل بدل کر سامنے آتا ھے اور ان کے قلم کو نثر کا سہارا لینے سے روک دیتا ھے ۔ " ~~۱۲~~ ہ

جگن ناتھ آزاد ، ماہر اقبال ، نقاد ، دانشور ، ماہر تعلیم ، خاکہ نگار اور ادیب کے طور پر بھی بہت بڑا مقام

~~۱۰~~ ہ نشانِ منزل صفحہ ۲۲۱

~~۱۱~~ ہ "جگن ناتھ آزاد ایک مطالعہ" صفحہ ۲۷۰ ۔ ۲۷۲

رکھتے ہیں ، مگر ان کا شاعر ہونا ان کا اوّلین وصف ہے ۔ یہی وصف مختلف اوصاف بن کر ان کے ادب پاروں میں ظہور کرتا ہے ۔ وہ برصغیر پاک و ہند کی ادبی تاریخ میں اور اردو کے عالم و ماہر کی حیثیت سے بین الاقوامی منظر پر ایک جاوداں نقش بن رہے ہیں ۔ یہ مرتبہ جگن صاحب نے مسلسل جدوجہد اور ریاضت کے ذریعے آہستہ خرام ندی کی طرح حاصل کیا ہے ۔ اب وہ ایک دریا کا روپ دھار رہے ہیں اور اس دریا پر کبھی گنگا جمنا کا گمان گزرتا ہے ، کبھی سندھ اورچناب کا یقین ہوتا ہے ، مگر دل تو سمندر ہے ، جہاں آکے سب دریا گھل مل جاتے ہیں ۔ جگن صاحب کے دل میں محبتوں کا سمندر بہہ رہا ہے ۔ قطرہ قطرہ کس طرح سمندر بنتا ہے ۔ اس سوال کے جواب کے لیے ۷۰ سالہ جگن ناتھ آزاد سے بھی ملنا ضروری ہے ۔ اپنی کتابوں کے آغاز میں " حرف اوّل " لکھنے والے جگن صاحب کو معلوم ہے کہ " حرفِ آخر " بھی یہی ہے اورمجھے خبر نہیں کہ فراق گورکھپوری کی یہ بات حرفِ اوّل ہے یا حرف آخر ہے ۔ وہ لکھتے ہیں ۔

" سچے معنوں میں بحیثیت شاعر مشہور ہونا ایک مشکل امر ہے ۔ فصیح و بے عیب لکھنے والوں کی اکثریت بھی مشہور نہ ہوسکی ۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ شروع میں تو نام اچھلا اور نگاہیں اٹھیں ، لیکن شہرت دیرپا ثابت نہ ہوئی ۔ ڈاکٹر جانسن کا قول ہے کہ کامیابی ایک عام بدنصیبی ہے ، لیکن کم عمری میں یہ بڑی بدنصیبی ہے ۔ بہرحال شاعری میں ایسی کامیابی جو ثابت قدم بھی ہو اور ترقی پذیر بھی کم یاب ہے ۔ پھر جب ہم دور حاضر کی بلند پایہ اردو شاعری کے نمونوں اور مطالبوں پر نظر ڈالتے ہیں تو کسی شاعر کا اپنے لیے خاص جگہ پیدا کرنا ہر لحاظ سے قابلِ توجہ کارنامہ ماننا پڑتا ہے ۔ جگن ناتھ آزاد نے دورحاضر کی اردو شاعری میں اپنے لیے ایک خاص جگہ پیدا کر لی ہے ۔ اس کا ہر صاحبِ ذوق کو بخوبی اور بے تکلف اعتراف ہے ۔ " [۱۲]

---

[۱۲] "جگن ناتھ آزاد ایک مطالعہ" صفحات ۲۷۰، ۲۷۲

دُنیا ترے قرطاس پہ کیا چھوڑ گئے ہم
اِک حسن بیان، حسنِ ادا چھوڑ گئے ہم
ماحول کی ظُلمات میں جس راہ سے گزرے
قندیلِ محبت کی ضیا چھوڑ گئے ہم

بھارت کے مُسلمان

اس دور میں تو کیوں ہے پریشان و ہراساں　　کیا بات ہے کیوں ہے متزلزل ترا ایمان
دانش کدۂ دہر کی اے شمع فروزاں　　اے مطلعِ تہذیب کے خورشیدِ درخشاں
حیرت ہے گھٹاؤں سے بھلا نور ہو ترساں
——— بھارت کے مسلماں

تُو دردِ محبت کا طلب گار ازل سے　　تو مہر و مروّت کا پرستار ازل سے
تو محرمِ ہر لذتِ اسرار ازل سے　　ورثہ ترا رعنائیِ افکار ازل سے
رعنائیِ افکار کو کر پھر سے غزل خواں
——— بھارت کے مسلماں

ہرگز نہ بھلا میر کا غالب کا ترانہ　　بن جائے کہیں تیری حقیقت نہ فسانہ
قزاقِ فنا کو تو ہے درکار بہانہ　　تاراج نہ ہو قاسم و سیّد کا خزانہ
اے قاسم و سیّد کے خزانے کے نگہباں
——— بھارت کے مُسلماں

حافظ کے ترنم کو بسا قلب و نظر میں　　رومی کے تفکر کو سجا قلب و نظر میں
سعدی کے تکلم کو بٹھا قلب و نظر میں　　دے نغمۂ خیام کو جا قلب و نظر میں
یہ لحن ہو پھر ہند کی دُنیا میں پُر افشاں

طوفاں میں تو ڈھونڈ رہا ہے جو کنارا
امواج کا کر دیدۂ باطن سے نظارا
ممکن ہے کہ ہر موج نظر کو ہو گوارا
ممکن ہے کہ ہر موج بنے تیرا سہارا

ممکن ہے کہ ساحل ہو پسِ پردۂ طوفاں

_____ بھارت کے مسلماں

مانندِ صبا خیز و زیدن دگر آموز
اندر دلک غنچہ خزیدن دگر آموز
در انجمنِ شوق طپیدن دگر آموز
تو میدمشو نالہ کشیدن دگر آموز

اے تو کہ لیے دل میں ہے فریادِ نیستاں

_____ بھارت کے مسلماں

ظاہر کی محبت سے مروّت سے گزر جا
باطن کی عداوت سے کدورت سے گزر جا
بے کار و دل افگار قیادت سے گزر جا
اس دور کے بوسیدہ سیاست سے گزر جا

اور عزم سے پھر تھام ذرا دامنِ ایماں

_____ بھارت کے مسلماں

اسلام کی تعلیم سے بیگانہ ہوا تو
نامحرمِ ہر جرأتِ رندانہ ہوا تو
آبادیِ ہر بزم تھا ویرانہ ہوا تو
تو ایک حقیقت تھا پھر افسانہ ہوا تو

ممکن ہو تو پھر ڈھونڈ گنوائے ہوئے ساماں

_____ بھارت کے مسلماں

اجمیر کی درگاہِ معلی تری جاگیر
محبوب الٰہی کی زمیں پر تری تنویر
ذرات میں کلیر کے فروزاں تری تصویر
ہانسی کی فضاؤں میں ترے کیف کی تاثیر

سرہند کی مٹی ہے ترے دم سے فروزاں

_____ بھارت کے مسلماں

ہر ذرۂ دہلی ہے تری ضو سے منوّر
پنجاب کی مستی اثرِ جذبِ قلندر
گنگوہ کی تقدیس ہے قدوس سراسر
پٹنے کی زمیں نکہتِ خواجہ سے معطر

مدراس کی مٹی میں نہاں تاجِ شہیداں

بسطامی و بصری و معرّی و غزالی جس علم کی جس فقر کی دُنیا کے تھے والی
حیرت ہے تو اب ہے اسی دُنیا میں سوالی ہے گوشۂ پستی میں تری ہمّتِ عالی
افسوس صد افسوس تری تنگیِ داماں
——— بھارت کے مسلماں

مذہب جسے کہتے ہیں وہ کچھ اور ہے پیارے نفرت سے پرے اس کا ہر اک طور ہے پیارے
مذہب پہ تعصب تو بڑا جور ہے پیارے عقل و خرد و علم کا یہ دور ہے پیارے
اس دور میں مذہب کی صداقت ہو نمایاں
——— بھارت کے مسلماں

اسلام تو مہر اور مروّت کا بیاں ہے اخلاص کی رُوداد محبت کا بیاں ہے
ہر شعبۂ ہستی میں صداقت کا بیاں ہے اک زندہ و پائندہ حقیقت کا بیاں ہے
کیوں دل میں ترے ہو نہ حقیقت یہ فروزاں
——— بھارت کے مسلماں

اسلام کی تعلیم فراموش ہوئی کیوں؟ انسان کی تعظیم فراموش ہوئی کیوں؟
افراد کی تنظیم فراموش ہوئی کیوں؟ اخلاص کی اقلیم فراموش ہوئی کیوں؟
حیرت میں ہوں میں دیکھ کے یہ عالمِ نسیاں
——— بھارت کے مسلماں

ماحول کی ہو تازہ ہوا تجھ کو گوارا درکار ہے تہذیب کو پھر تیرا سہارا
کر آج نئے رنگ سے دُنیا کا نظارا چمکے گا پھر اک بار ترے بخت کا تارا
ہو جائے گی تاریکیِ ماحول گریزاں
——— بھارت کے مسلماں